اصلاحی خطبات ۸
بدعت
ایک گمراہی
جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہم
Read & Download
بیت العلوم
۲۰- نابھہ روڈ ○ پرانی انارکلی لاہور، فون: ۷۳۵۲۲۸۳

موضوع	=	بدعت ایک گمراہی
بیان	=	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ
ضبط وترتیب	=	مولانا خالد محمود (فاضل جامعہ اشرفیہ، لاہور)
باہتمام	=	محمد ناظم اشرف
ناشر	=	بیت العلوم۔ ۲۰ نابھہ روڈ، چوک پرانی انارکلی، لاہور فون: ۷۳۵۲۴۸۳

ملنے کے پتے

بیت العلوم	=	۲۰ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی، لاہور
ادارہ اسلامیات	=	۱۹۰ انارکلی، لاہور
ادارہ اسلامیات	=	موہن روڈ چوک اردو بازار، کراچی
دارالاشاعت	=	اردو بازار کراچی نمبر ۱
بیت القرآن	=	اردو بازار کراچی نمبر ۱
ادارۃ القرآن	=	چوک لسبیلہ گارڈن ایسٹ کراچی
ادارۃ المعارف	=	ڈاک خانہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر ۱۴
مکتبہ دارالعلوم	=	جامعہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر ۱۴

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بدعت ایک گمراہی

بعد از خطبہ مسنونہ اما بعد

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

"فان خیر الحدیث کتاب اللہ وخیر الھدی ھدی محمد صلی اللہ علیہ وسلم"

اس روئے زمین پر بہترین کلام اور سب سے اچھا کلام اللہ کی کتاب ہے، اس سے بڑھ کر اس سے اعلیٰ اس سے افضل اور بہتر کلام کوئی نہیں۔ اور زندگی گزارنے کے جتنے طرز ہیں۔ ان میں سب سے بہترین طرزِ زندگی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ زندگی ہے۔

یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بارے میں خود فرما رہے ہیں۔ آپ

دیکھیں ! کوئی بھی شخص اپنے بارے میں یہ نہیں کہتا کہ میرا طریقہ سب سے اعلیٰ ہے، مجھ سے زیادہ بہتر کوئی نہیں، چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو بھیجا ہی اس لئے کہ لوگوں کے لئے آپ نمونہ ہوں، اور اگر کوئی بہترین زندگی گزارنا چاہتا ہے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طریقہ اختیار کرے، اس لئے دعوت وتبلیغ کی ضرورت کے تحت ارشاد فرمایا ہے کہ بہتر طریقہ وہ ہے جو جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے تمہارے واسطے چھوڑا ہے۔ اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے، سونے جاگنے، دوسروں کے ساتھ معاملات کرنے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم کرنے میں جو طریقہ محمد رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا اس سے بہتر کوئی اور طریقہ نہیں ہوسکتا۔

بدعت بدترین گمراہی

پھر آگے جن چیزوں سے گمراہی کا امکانات ہوسکتے تھے، آپ ﷺ نے ان کی جڑیں بتادیں اور فرمایا:

''شر الامور محدثا تها و كل بدعة ضلالة''

اس روئے زمین پر بدترین کام وہ ہیں جو نئے طریقے دین میں ایجاد کئے جائیں۔ حدیث میں بدترین کام کا لفظ استعمال کیا گیا ہے،

اس لئے کہ بدعت ایسی چیز ہے جو ظاہری گناہوں اور ظاہری فسق وفجور سے بھی بدترین ہیں۔ اس لئے کہ جس شخص کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہوگا وہ ان نظاہری گناہوں کو برا سمجھے گا، کوئی بھی مسلمان اگر کسی گناہ میں مبتلا ہے، شراب پیتا ہے، بدکاری کرتا ہے، جھوٹ بولتا ہے، غیبت کرتا ہے، اس سے اگر پوچھا جائے کہ یہ کام تمہارے خیال میں کیسے ہیں؟ جواب میں یہی کہے گا یہ کام ہیں تو برے، لیکن کیا کروں میں مبتلا ہوگیا ہوں۔ اور اگر وہ ان گناہوں کو برا سمجھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو کبھی نہ کبھی توبہ کی توفیق بھی عطا فرمادیں گے۔

لیکن بدعت یعنی جو چیز دین میں نئ ایجاد کی گئی ہے اس کی خاصیت یہ ہے کہ جو شخص اس میں مبتلا ہوتا ہے وہ اس کو برا نہیں سمجھتا، وہ سمجھتا ہے کہ یہ بہت اچھا کام ہے۔ اور اگر دوسرا کوئی اس سے یہ کہے کہ یہ بری بات ہے تو اس سے بحث ومباحثہ اور مناظرہ کرنے کو تیارہ ہوجاتا ہے کہ اس میں کیا خرابی ہے۔ جب ایک شخص گناہ کو گناہ اور برائی کو برائی سمجھتا ہی نہیں تو وہ اس کی نتیجے میں گمراہی میں اور زیادہ پختہ ہوتا جاتا ہے۔ اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا ''شرالا مور'' جس کے معنی ہیں کہ جتنے برے کام ہیں ان میں سب سے بدتر کام بدعت ہے، یعنی جو شخص دین میں نیا طریقہ ایجاد

کرلے جو رسول اکرم ﷺ اور صحابہ اکرامؓ کے طریقے سے مختلف ہو وہ بدعت ہے۔ پھر آگے اس کی وجہ بھی بتادی کہ "کل بدعۃٍ ضلالہ "یعنی ہر بدعت گمراہی ہے، لہذا جو شخص بدعت کے اندر مبتلا ہے وہ لازماً گمراہی کے اندر مبتلا ہے۔

بدترین گناہ بدعت کا گناہ ہے

یادرکھیں! ایک عملی کوتاہی ہوتی ہے اور ایک اعتقادی۔ عملی کوتاہی تو یہ ہوتی ہے کہ ایک آدمی گناہ کو گناہ سمجھتا ہے مگر بتقاضہ بشریت اس سے گناہ سرزد ہوجاتے ہیں۔

اور اعتقادی گمراہی یہ ہوتی ہے کوئی شخص کسی ناحق بات کو حق اور گناہ کو ثواب سمجھ رہا ہے، پہلی چیز یعنی عملی کوتاہی کا مداوا تو آسان ہے کہ کبھی نہ کبھی توبہ کرلے گا تو معاف ہوجائے گی۔ لیکن جو شخص گناہ کو ثواب سمجھ رہا ہو اس کی ہدایت بہت مشکل ہے۔ اسی لئے فرمایا بدترین گناہ بدعت کا گناہ ہے۔ اسی لئے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ اجمعین بدعت سے اتنا بھاگتے تھے کہ کوئی حد نہیں۔

بدعتی در پردہ دین کا موجد ہے

بدعت کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ آدمی خود دین کا

موجد بن جاتا ہے۔ جبکہ دین کا موجد صرف اللہ تبارک وتعالیٰ ہیں۔ لیکن بدعت کرنے والا خود دین کا موجد جاتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ دین کا راستہ میں بنا رہا ہوں اور وہ درپردہ دعویٰ کرتا ہے کہ نعوذ باللہ جو میں کہوں وہ دین ہے، اللہ اور اللہ کے رسول نے جو راستہ بتایا اور جس پر صحابہ کرامؓ نے عمل کیا میں ان سے بڑھ کر دین دار ہوں اور میں دین کو ان سے زیادہ جانتا ہوں، تو یہ شریعت کی اتباع نہیں اپنی خواہشِ نفس کی اتباع ہے۔

خود ساختہ عمل مقبول نہیں

آپ نے سنا ہوگا کہ ہندو مذہب میں کتنے ہی لوگ گنگار کے کنارے اللہ کو راضی کرنے کے لئے ایسی ایسی ریاضتیں اور ایسی ایسی محنتیں کرتے ہیں جس کو دیکھ کر انسان حیران ہوجاتا ہے۔ کوئی آدمی اپنا ہاتھ بلند کرکے سالہا سال تک اسی طرح کھڑا ہے ہاتھ نیچے نہیں کرتا، کسی آدمی نے سانس کھینچا ہوا ہے اور گھنٹوں تک حبسِ دم کررہا، اگر اس سے پوچھا جائے کہ تو یہ کام کیوں کر رہا ہے؟ تو وہ جواب دے گا کہ یہ میں اس لئے کررہا ہوں کہ میرا اللہ راضی ہوجائے، اب چاہے وہ اللہ کو بھگوان کا نام دے یا کچھ اور کہے لیکن

اُس کے اس عمل کی کوئی قیمت نہیں ؟ حالانکہ بظاہر اس کی نیت اپنے اللہ کو راضی کرنے کی وجہ سے درست معلوم ہوتی ہے لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کی کوئی قیمت نہیں۔ اس لئے کہ اللہ کو راضی کرنے کا جو طریقہ اس نے اختیار کیا وہ اللہ اور اس کے رسول کا بتایا ہوا نہیں بلکہ وہ طریقہ اس نے اپنے دل ودماغ سے گھڑ لیا ہے، اس واسطے اللہ کے یہاں اس کا کوئی عمل قبول نہیں۔ایسے اعمال کے بارے میں قرآن کریم کا واضح ارشاد ہے۔

”وَقَدِمْنَا اِلٰی مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰہُ ھَبَآءً مَّنْثُوْرًا“

ایسے لوگ جو عمل کرتے ہیں ہم ان کے عمل کو اس طرح اڑا دیتے ہیں، جیسے ہوا میں اڑائی ہوئی مٹی اور گردوغبار۔ انہوں نے عمل کیا اکارت گیا محنت بھی کی لیکن بیکار گئی۔ کتنے پیارے اور شفقت بھرے انداز سے قرآن کریم نے فرمایا:

”قُلْ ھَلْ نُنَبِّئُکُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا الَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُھُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَھُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا“ (سورۃ کہف آیت ۱۰۳)

قرآن مجید نبی کریم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ آپ لوگوں سے کہیں کہ کیا میں تمہیں بتاؤں کہ اس دنیا میں سب سے زیادہ

خسارے میں کون لوگ ہیں؟ فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کا عمل اس دنیا میں اکارت ہوگیا۔ جنہوں نے بہت محنت کی، تکلیفیں اٹھائیں اور وقت بھی خرچ کیا لیکن وہ سارا کا سارا کام اکارت ہوگیا اور وہ دل میں یہ سمجھ رہے ہیں کہ بہت اچھا کام کررہے ہیں۔ اور وہ اس لئے خسارے میں ہیں کہ جو فاسق وفاجر یا کافر تھا اس نے کم از کم دنیا میں تو عیش کرلی، اس کی آخرت گئی سو گئی لیکن دنیا میں تو عیش کرگیا۔ اور یہ اپنی دنیا بھی خراب کررہا ہے، محنت بھی اٹھا رہا ہے اور آخرت بھی بگاڑ رہا ہے، کیونکہ وہ طریقہ اختیار کئے ہوئے ہے جو اللہ کے رسول ﷺ نے اُسے نہیں بتایا۔ اس لئے بدعت کے بارے میں فرمایا ''شر الامور'' سارے کاموں میں بدترین کام ہے کیونکہ آدمی محنت تو کرتا ہے لیکن اس کے نتیجے میں حاصل کچھ نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہمارے دلوں میں یہ بات بٹھادے کہ دین اصل میں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اتباع کا نام ہے، اپنی طرف سے کوئی بات گھڑنے کا نام دین نہیں ہے۔

اتباع اور ابتداع

عربی زبان میں دو لفظ ہیں ایک اتباع اور دوسرا ابتداع۔

اتباع کے معنی ہیں کہ اللہ اور اللہ کے رسول کے حکم کی پیروی کرنا۔اور ابتداع کے معنی ہیں دین میں اپنی طرف سے کوئی چیز ایجاد کر کے اس کے پیچھے چل پڑنا۔ جب حضرت صدیق اکبرؓ خلیفہ بنے تو سب سے پہلے جو خطبہ دیا اس میں یہ الفاظ ارشاد فرمائے کہ انی متبع ولست بمبتدع ''میں اللہ اور اللہ کے رسول کے احکام کا متبع ہوں مبتدع نہیں یعنی کوئی نیا راستہ ایجاد کرنے والا نہیں ہوں''۔ ساری قیمت اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم کے آگے سر جھکانے کی ہے۔ اپنی طرف سے جو بات کی جائے اس میں وہ وزن نہیں ، اس کی کوئی قدرو قیمت نہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کبھی کبھی رات کے وقت مختلف صحابہ اکرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہ اجمعین کے حالات دیکھنے کے لئے نکلتے تھے کہ کون کیا کر رہا ہے۔

مسنون عمل ہی بہتر ہے

ایک مرتبہ تہجد کے وقت سرکار دو عالم ﷺ اپنے گھر سے نکلے اور حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس سے گزرے، آپ ﷺ نے دیکھا کہ وہ عاجزی کے ساتھ نہایت آہستہ آواز سے تہجد کی نماز میں تلاوت کر رہے ہیں، آگے جا کر دیکھا کہ حضرت عمر فاروقؓ تہجد پڑھ

رہے ہیں اور اس میں بلند آواز سے قرآن کریم کی تلاوت کررہے ہیں اور ان کی تلاوت کی آواز باہر تک سنائی دے رہی ہے۔ آپ یہ دیکھتے ہوئے واپس تشریف لے آئے۔ بعد میں آپ ﷺ نے صبح کو حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما دونوں کو اپنے پاس بلایا اور پہلے حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ رات کو میں تہجد کے وقت تمہارے پاس سے گزرا تو تم بہت آہستہ آواز سے تلاوت کررہے تھے؟ اس کے جواب میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا خوبصورت جملہ ارشاد فرمایا کہ "اسمعت من ناجیت" یارسول اللہ جس ذات سے میں مناجات کررہا تھا، جس سے تعلق قائم کیا تھا، جس ذات کو سنانا چاہتا تھا، اس کو چپکے چپکے سنادیا، اب آواز بلند کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس لئے میں آہستہ تلاوت کررہا تھا۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم زور زور زور سے تلاوت کررہے تھے اس کی کیا وجہ تھی؟ انہوں نے جواب دیا "انی اوقظ الوسنان واطرد الشیطان" میں زور سے اس لئے تلاوت کررہا تھا کہ جو لوگ سوئے پڑے ہیں وہ بیدار ہوجائیں اور شیطان بھاگ جائے، اس لئے جتنی زور سے تلاوت کروں گا شیطان بھاگ جائے گا۔ اب ذرا دیکھئے کہ دونوں کی باتیں اپنی اپنی جگہ درست

ہیں۔ صدیق اکبرؓ کی بات بھی صحیح کہ میں تو اللہ میاں کو سنا رہا ہوں، کسی دوسرے کو سنانے کا کیا مطلب؟ اور فاروق اعظمؓ کی بات بھی صحیح ہے کہ اگر آہستہ پڑھوں تو نیند آنے لگے گی، اس لئے زور سے پڑھ رہا تھا تا کہ نیند بھی بھاگ جائے اور شیطان بھی بھاگ جائے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے صدیق اکبرؓ سے فرمایا ارفع قلیلا کہ تم اپنی آواز ذرا بلند کرو اتنی آہستہ آواز نہ کرو۔ اور حضرت فاروقؓ سے فرمایا اخفض قلیلا کہ تم تھوڑا سا آواز کو پست کرو اتنا تیز مت پڑھا کرو۔ یعنی تم دونوں درمیانہ راستہ اختیار کرو۔ کیونکہ قرآن کریم کی آیت نازل ہوئی تھی۔

"وَلَا تَجْهَرْ بِصَلٰوتِکَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا"

"کہ نماز کے اندر نہ تو بہت زور سے قرات کرو اور نہ بہت آہستہ بلکہ دونوں کے درمیان درمیان رہو"۔

اب غور فرمایئے! نبی کریم ﷺ صدیق اکبرؓ سے فرمارہے ہیں کہ تم ذرا اونچا پڑھو اور فاروق اعظمؓ سے فرمارہے ہیں کہ تم ذرا پست آواز میں پڑھو آخر کیوں؟ اس لئے کہ اے فاروق تم نے اپنی رائے سے یہ راستہ اختیار کیا کہ زور سے پڑھنا چاہیے یہ اتنا پسندیدہ نہیں، بلکہ

ہے، اگر آنکھیں کھول کر نماز پڑھنے میں خیالات آتے ہیں اور غیر اختیاری طور پر آتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس پر کوئی مواخذ نہیں ہے۔ لہٰذا جو نماز آنکھ کھول کر اتباع سنت میں پڑھی جارہی ہے اور اس میں خیالات غیر اختیاری طور پر آرہے ہیں وہ نماز پھر بھی اس نماز سے اچھی ہے جو آنکھ بند کرکے پڑھی جارہی ہو کیونکہ آنکھیں کھول کر جو نماز پڑھی جارہی ہے وہ نبی کریم ﷺ کے اتباع میں پڑھی جارہی ہے جبکہ آنکھیں بند کرکے نماز پڑھنا اتباع سنت میں نہیں ہے۔

غرض سارا معاملہ اتباع کا ہے، ہم نے اپنے پاس سے جو طریقہ اختیار کرلیا کہ فلاں عبادات اس طرح ہوگی اور فلاں اس طرح ہوگی، یہ سب اللہ تعالیٰ کے ہاں رسول اللہ ﷺ کی سنت کے خلاف ہونے کی وجہ سے غیر مقبول ہوں گی۔ اس لئے فرمادیا **کل بدعة ضلالة** کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

بدعت کا صحیح مفہوم

آج کل ایک سوال بکثرت لوگ پوچھا کرتے ہیں کہ اگر ہر نئی بات گمراہی ہے تو یہ پنکھا اور ٹیوب لائٹ، بس اور موٹر وغیرہ بھی

گمراہی ہے، کیونکہ یہ چیزیں بھی حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں نہیں تھیں یہ چیزیں بھی اب پیدا ہوئیں ہیں، ان کو بھی بدعت کہنا چاہیے؟ خوب سمجھ لیجئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بدعت کو جو ناجائز وحرام قرار دیا ہے یہ وہ بدعت ہے جو دین کے اندر نئی بات نکالی جائے اور یہ کہا جائے کہ یہ بھی دین کا جزو اور حصہ ہے۔ جیسے یہ کہا جائے کہ ایصال ثواب اسی طرح ہوگا کہ تیجہ دسواں چہلم وغیرہ کرو اور جو اس طریقے سے ایصال ثواب نہ کرے وہ مردود ہے۔ (معاذ اللہ)

جس کے گھر میں صدمہ ہوان کے لئے کھانے کا حکم

حضور اقدس ﷺ کی تعلیم یہ ہے کہ جس کے گھر میں صدمہ ہوتو دوسروں کو چاہیے کہ اس کے گھر میں کھانا بھیجیں۔ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ غزوہ موتہ کے وقت شہید ہوئے توآنحضرت ﷺ نے اپنے گھر والوں سے فرمایا کہ **اصنعوا لآل جعفر طعاما فقد جاء ھم ما یشغلھم** کہ جعفر کے گھر والوں کے لئے کھانا بنا کر بھیجو اس لئے کہ وہ بیچارے صدمے کے اندر ہیں۔ تو حضور اکرم ﷺ کی تعلیم یہ ہے کہ کھانا اس کے لئے بنائے جس کے ہاں صدمہ ہو گیا ہوتا کہ وہ کھانا بنانے میں مشغول نہ ہو۔ آج الٹی

گنگا یہ بہتی ہے کہ جس کے گھر صدمہ ہے وہ کھانا بنائے اور نا صرف کھانا بنائے بلکہ دعوت کرے، شامیانے لگائے، دیگیں چڑھائے، اور اگر لوگوں کو دعوت نہیں دے گا تو برادری میں ناک کٹ جائے گی۔ یہاں تک سننے میں آیا ہے کہ مرنے والے کو بھی برا بھلا کہنا شروع کردیا جاتا ہے کہ مرگیا مردود نہ فاتحہ نہ درود۔ گویا اگر میت کے گھر میں دعوت نہ ہوئی تو اس کی بخشش نہیں ہوگی (معاذ اللہ) پھر ستم یہ کہ وہ دعوت بھی مرنے والے کے ترکے سے ہوتی ہے جس میں سارے وارثوں کا حق ہوتا ہے، ان میں نابالغ بھی ہوتے ہیں جن کے مال کو ذرا برابر چھونا بھی شرعاً حرام ہے اور نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے۔ مگر یہ سب کچھ ہورہا ہے اور جو کوئی نہ کرے وہ مردود ہے۔

بدعت اصل میں کسی چیز کو دین کا حصہ بنانے کا نام ہے

یاد رکھیں دین کا حصہ بنا کر اور ضروری قرار دے کہ جو چیز ایجاد کی جائے وہ بدعت ہے۔ لیکن اگر کسی نے کوئی چیز صرف اپنے استعمال کے لئے دین کا حصہ بنائے بغیر اختیار کرلی جیسے ہوا حاصل کرنے کے لئے پنکھا بنالیا یا روشنی حاصل کرنے کے لئے بجلی استعمال

کرلی یا موٹر کار سفر کے لئے استعمال کرلی تو یہ کوئی بدعت نہیں ہے۔ کیونکہ دنیا کے کام میں اللہ تعالیٰ نے چھوٹ دے رکھی ہے کہ مباحات کے اندر رہتے ہوئے جو چاہو کرو۔ لیکن دین کا حصہ بنا کر کسی غیر مستحب کو مستحب قرار دے کر، کسی غیر سنت کو سنت کہہ کر، غیر واجب کو واجب کہہ کر جب کوئی چیز ایجاد کی جائے گی وہ بدعت اور حرام ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بدعت سے احتراز

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بدعت سے بہت پرہیز کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں ایک مرتبہ نماز پڑھنے کے لئے مسجد تشریف لے گئے۔ اذان کے بعد ابھی نماز کھڑی نہیں ہوئی تھی کہ موذن نے لوگوں کو جمع کرنے کے لئے ''الصلوٰۃ'' دوبارہ کہہ دیا تا کہ جو لوگ نہیں آئے ہیں وہ بھی آجائیں۔ حضرت عبداللہ عمر رضی اللہ عنہما نے یہ سنا تو اپنے ساتھ جو ساتھی تھے اس سے کہا مجھے یہاں سے نکالو کیونکہ یہاں یہ شخص بدعت کررہا ہے۔ کیونکہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے اذان کا جو طریقہ بتایا تھا وہ تو ایک مرتبہ ہوتی ہے، دوبارہ اعلان کرنا

یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نہیں ہے، لہٰذا یہ اختیار کردہ طریقہ بدعت ہے، اس لئے مجھے اس مسجد سے نکالو میں جارہا ہوں۔

حضرت صدیقؓ کی بدعت سے احتیاط

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بدعت سے انتہا درجہ پرہیز کرتے تھے۔ آپ کو معلوم ہے کہ قرآن کریم پہلے ایک کتابی شکل میں نہیں تھا بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جب آیتیں نازل ہوتی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو بلاکر ان آیات کو کسی ہڈی یا چمڑے پر اور کسی کپڑی یا پتوں پر لکھوادیتے تھے۔ اس طرح مختلف آیتیں مختلف طریقوں سے جمع تھیں۔ لیکن کتابی شکل کے اندر زمانہ رسالت میں قرآن پاک کی آیات جمع نہ تھیں۔ قرآن پاک کے بے شمار حفاظ تھے اور پھر ہر ایک کے پاس آیات لکھی ہوئی بھی تھیں لیکن الگ الگ لکھی ہوئی تھیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں جب بہت سے ''حفاظ قرآن'' شہید ہوگئے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا گیا کہ آپ قرآن پاک کے مختلف پھیلے ہوئے حصوں کو کتابی شکل میں جمع کراکے ایک جگہ محفوظ کردیں۔ ایسا نہ ہو حفاظ کرام شہید ہورہے ہیں تو خدا نہ کرے ان کے ساتھ ساتھ

قرآن کریم بھی ضائع ہو جائے۔ یہ بات حضرت صدیقِ اکبرؓ کے دل کو لگی۔ لیکن جب حضرت فاروق اعظم اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا تو پہلی بات صحابہ کرام نے جو کہی وہ یہ تھی کہ جب حضور ﷺ نے یہ کام نہیں کیا تو ہم یہ کام کریں یا نہ کریں؟ کہیں ایسا کرنا بدعت نہ ہو جائے۔ اب دیکھیں صحابہ کرام کو اتنا ڈر ہے کہ قرآن کریم کا جمع کرنا بظاہر اس میں خیر ہی خیر ہے، برائی کا کوئی اس میں امکان نہیں اس کے باوجود اس کے بارے میں یہ اندیشہ پیدا ہو رہا ہے کہ کہیں بدعت نہ ہو جائے۔

بدترین چیزیں محدثات ہیں

سرکار دو عالم ﷺ اس حدیث کے اندر جہاں ہمیں اس بات سے ڈرا رہے ہیں کہ دشمن کا لشکر صبح یا شام تم پر آیا چاہتا ہے، تو وہاں ساتھ ساتھ آئندہ کی گمراہیوں سے بچنے کے لئے یہ جملہ ارشاد فرمایا کہ بدترین چیزیں محدثات ہیں۔ یعنی وہ چیزیں جو انسانوں نے اپنی طرف سے گھڑلی ہیں اور انہیں دین کا حصہ بنا دیا ہے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے یہ طریقہ نہیں بتایا۔ لہٰذا اس سے پرہیز کرو ورنہ یہ چیز گمراہی کی طرف لے جائے گی۔

سرکار دو عالم ﷺ سے بڑھ کر کوئی خیر خواہ نہیں

حضور اکرم ﷺ نے ایک لمبی حدیث میں یہ جملہ ارشاد فرمایا "اناا ولی بکل مومن من نفسه" میں ہر مومن سے اس کی جان سے زیادہ قریب ہوں۔ یعنی انسان خود اپنی جان کا اتنا خیر خواہ نہیں ہوسکتا جتنا میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ جیسے باپ اپنے بچے پر شفقت کرتا ہے کہ اپنے اوپر مشقت اور محنت جھیل لیتا ہے مگر اولاد کی تکلیف برداشت نہیں کرسکتا۔ لہٰذا جو کچھ میں تم سے کہہ رہا ہوں، وہ کوئی اپنے مفاد کی خاطر نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ تمہارے فائدے کے لئے کہہ رہا ہوں اور میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ قوم کہیں گمراہی میں مبتلا ہوکر اپنے آپ کو جہنم کا مستحق نہ بنالے۔

دنیا کے معاملہ میں بھی آپ ﷺ بہترین خیرہ خواہ ہیں

آپ ﷺ کا ارشاد ہے "من ترک مالا فلا هله ومن ترک دینا اوضیاعافالی علی" میں صرف دین کے معاملہ میں تمہارا خیر خواہ نہیں ہوں بلکہ دنیا بھی تمہارا خیر خواہ ہوں، اگر کوئی شخص مال چھوڑ کر گیا ہے تو وہ میراث اس کے گھر والوں کے لئے ہے اور شریعت کے مطابق وہ میراث آپس میں تقسیم کرلیں۔ لیکن اگر کوئی

شخص اپنے اوپر قرضہ چھوڑ گیا اور ترکہ میں اتنا مال نہیں ہے کہ اس کا قرضہ ادا کیا جائے یا ایسی اولاد چھوڑ گیا جس کی کفالت کرنے والا کوئی نہیں ہے تو وہ قرضے اور اولاد میرے پاس لے آؤ، میں زندگی بھر کفالت کروں گا۔ میں جو کچھ تمہیں کہہ رہا ہوں وہ خیر خواہی کے لئے کہہ رہا ہوں، تم سے کوئی پیسے اور اجرت کا مطالبہ نہیں ہے۔ جیسا کہ پیچھے گزرا تھا کہ میں تمہاری کمریں پکڑ پکڑ کر تمہیں جہنم سے روکنا چاہتا ہوں اور تم گرے جا رہے ہو۔ میں تمہیں پکار رہا ہوں کہ خدا کے لئے ان گناہوں سے بچ جاؤ اور ان بدعتوں سے بچ جاؤ تا کہ تم اس عذاب سے جہنم سے نجات پالو۔

دل سے نکلی ہوئی بات اثر رکھتی ہے

یہ حضور ﷺ کی وہ باتیں تھیں جنہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی میں انقلاب برپا کر دیا اور ایسی تبدیلیاں آئیں کہ ایک ایک صحابی کہاں سے کہاں تک پہنچ گیا۔ جب بات دل سے نکلتی تھی دل پر اثر کرتی تھی اس لئے سرکار دو عالم ﷺ کے ایک ایک جملے نے لوگوں کی زندگیاں بدل دیں۔ آج ہم گھنٹوں تقریر اور باتیں کرتے ہیں لیکن دل ٹس سے مس نہیں ہوتا اس لئے کہ کہنے والا خود

اس پر کاربند نہیں ہے۔ اور ہمارے دل میں وہ جذبہ اور درد نہیں ہے جس کے ذریعے سرکار عالم ﷺ کی باتوں سے صحابہ کرام کی زندگیوں میں انقلاب برپا ہوا۔ آج بھی جتنا اثر براہ راست کتاب اللہ کے کلمات میں اور نبی کریم ﷺ کے کلمات میں ہے کتنی ہی لچھے دار تقریریں کرلو، اس سے وہ فائدہ حاصل نہیں ہوتا جو حضور ﷺ کا ایک کلمہ سن کر دل پر اثر ہوتا ہے۔

بدعت کی حقیقت

بعض حضرات جو کہتے ہیں کہ بدعت کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک بدعت حسنہ اور ایک بدعت سیئہ۔ یعنی بعض کام بدعت تو ہیں لیکن اچھے ہیں اور بعض کام ایسے ہیں جو بدعت ہیں لیکن برے ہیں لہٰذا اگر کوئی اچھا کام شروع کیا جائے تو اس کو بدعت حسنہ کہا جائے گا اور اس میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ خوب سمجھ لیں کہ بدعت کوئی اچھی نہیں ہوتی ، جتنی بدعتیں ہیں وہ سب سیئہ ہیں کوئی حسنہ نہیں ہے۔ بدعت کے دو معنی ہوتے ہیں ایک لغوی اور دوسرا اصطلاحی ، اگر آپ بدعت کے معنی لغت اور ڈکشنری میں دیکھیں تو لغت میں اس کے معنی ہر نئی چیز کے آتے ہیں، یہ پنکھا بجلی ٹرین اور ہوائی جہاز

لغت اور ڈکشنری کے اعتبار سے سب بدعت ہیں۔ لیکن شریعت کی اصطلاح میں بدعت کے معنی ہر نئی چیز کے نہیں ہیں بلکہ بدعت کے معنی دین میں کوئی ایسا طریقہ نکالنا اور پھر اس طریقے کو مستحب، لازم یا مسنون قرار دینا جس کو نبی کریم ﷺ یا خلفاء راشدین نے مسنون قرار نہیں دیا یہ بدعت کہلائے گا۔ اس معنی کے لحاظ سے کوئی بدعت اچھی نہیں ہوتی بلکہ ایسی ہر بدعت سیئہ اور برائی ہے۔

بعض امور میں کوئی خاص طریقہ مقرر نہیں

یہ بات سمجھنے کی ہے، بسا اوقات لوگوں کو اس میں کافی غلطی پیش آتی ہے کہ کچھ چیزیں اللہ تعالیٰ نے مباح قرار دی ہیں یا کچھ چیزیں مسنون، مستحب اور باعث اجر وثواب قرار دی ہیں، لیکن ان اجر وثواب کی چیزوں میں کوئی خاص طریقہ مقرر نہیں کیا کہ اس طرح کرو گے تو ثواب زیادہ ہے اور اس طرح کرو گے تو ثواب کم ہے بلکہ جو طریقہ بھی بجالایا جائے وہ ثواب ہوتا ہے۔

ایک واضح مثال

اس کی مثال کسی مردے کو ایصال ثواب کرنا ہے جو کہ بڑی

فضیلت کی چیز ہے۔ جو شخص کسی مرنے والے کو ایصال ثواب کرے اس کو دوگنا ثواب ملتا ہے۔ ایک اس کے اپنے عمل کرنے کا ثواب جو اس نے کیا اور دوسرا کسی مسلمان کے ساتھ ہمدردی کرنے کا ثواب۔ لیکن شریعت نے ایصال ثواب کے لئے کوئی طریقہ مقرر نہیں کیا۔ یعنی یہ نہیں کہا کہ ایصال ثواب صرف قرآن شریف پڑھ کر ہی کرو یا صدقہ کرکے کرو یا نماز پڑھ کرکرو بلکہ جو بھی نیک کام ہو اور جس وقت بھی اس کی توفیق ہوجائے اس کا ایصال ثواب جائز ہے۔ تلاوت کلام پاک ، ذکر وتسبیح ، صدقہ اور نفلی نماز پڑھ کر بھی ایصال ثواب کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح وعظ ونصیحت کے ذریعہ بھی ایصال ثواب کیا جاسکتا ہے۔ مقصد یہ کہ جتنے بھی نیکی کے کام ہیں۔ ان میں سے کسی کے لئے بھی شریعت نے ایصال ثواب کا دن مقرر نہیں کیا کہ فلاں دن کرو اور فلاں دن نہ کرو۔ جب بھی کسی کا انتقال ہوجائے اس کے بعد کوئی بھی شخص جس وقت چاہے ایصال ثواب کرسکتا ہے۔ پہلے دن کرے دوسرے دن کرے ، یا تیسرے دن ، جس دن چاہے کرسکتا ہے اور اس کے لئے کوئی دن مقرر نہیں ہے۔ اب کوئی شخص ایصال ثواب کا کوئی بھی ایسا طریقہ اختیار کرے جس کی شریعت نے اجازت دی ہے تو اختیار کرلینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

کتاب لکھ کر ایصال ثواب کرنا

فرض کریں کہ میں نے ایک کتاب عام مسلمانوں کے فائدے کے لئے لکھی اور کتاب کا مقصود دعوت وتبلیغ ہے۔ اور کتاب لکھنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ یا اللہ اس کتاب لکھنے کا ثواب فلاں کو پہنچا دیجئے تو یہ ایصال ثواب صحیح ہے۔ حالانکہ کتاب لکھ کر ایصال ثواب کا کام نہ تو کبھی حضور ﷺ نے کیا اور نہ صحابہ کرام نے کیا، اس لئے کہ حضور ﷺ اور صحابہ کرام نے کوئی کتاب لکھی ہی نہیں ہے، لیکن ایصال ثواب کرنے کی فضیلت بیان فرمائی کہ ہر نیکی کے کام کا ایصال ثواب کر سکتے ہو۔ لہٰذا میں جو ایصال ثواب کر رہا ہوں یہ بدعت نہیں ہوگا۔ لیکن اگر میں یہ کہوں کہ کتاب لکھ کر ایصال ثواب کرنے کا طریقہ دوسرے طریقوں سے زیادہ افضل اور بہتر ہے اور یہ طریقہ سنت ہے نیز اگر کوئی شخص یہ طریقہ اختیار نہیں کرے گا تو برا کرے گا، تو اس طرح یہی عمل جو باعث اجروثواب تھا بدعت ہو جائے گا، اس لئے کہ میں نے اپنی طرف سے دین میں ایک ایسی چیز داخل کردی جو دین کا حصہ نہیں تھی۔ لہٰذا ایصال ثواب کسی بھی طریقہ سے کریں کچھ حرج نہیں لیکن اس کو دوسروں سے افضل وسنت

قرار دیا جائے یا واجب کہا جائے یہ غلط ہے۔ اسی طرح فرض کریں کہ کوئی شخص تیسرے دن گھر میں بیٹھ کر ایصال ثواب کر رہا ہے تو اس میں کوئی بدعت نہیں بلکہ یہ جائز ہے۔ اگر کوئی کہے کہ تیسرا دن خاص طور پر ایصال ثواب کے لئے مقرر ہے اور تیسرے دن میں ایصال ثواب کرنا زیادہ فضیلت کا باعث اور سنت ہے یا یہ کہے کہ اگر کوئی شخص تیسرے دن نہیں کرے گا تو اس کو لعنت وملامت کا شکار ہونا پڑے گا، اب یہ ایصال ثواب بدعت ہوجائے گا۔ اس لئے کہ اس نے اپنی طرف سے اس جائز عمل کو اس دن کے ساتھ لازم اور مسنون قرار دے دیا۔

ایصال ثواب کے لئے کوئی دن خاص نہیں

حضور اقدس ﷺ نے جمعہ کے دن کی کتنی فضیلت بیان فرمائی ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ”ما کان یفطر یوم الجمعة“ حضور ﷺ جمعہ کے دن بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ روزہ سے نہ ہوں بلکہ اکثر جمعہ کے دن روزہ رکھا کرتے تھے، اس لئے کہ یہ فضیلت والا دن روزے کے ساتھ گزرے تو اچھا ہے۔ لیکن آپ کو دیکھ کر رفتہ رفتہ لوگوں نے بھی جمعہ کے دن روزہ رکھنا شروع

کردیا اور جمعہ کے دن کو روزے کے ساتھ اس طرح مخصوص کردیا جس طرح یہودی لوگ (سنیچر) ہفتہ کے دن کومخصوص کرتے تھے، اور ان کے ہاں ہفتہ کے دن روزہ رکھا جاتا تھا، گویا سنیچر کی ان کے ہاں زیادہ فضیلت اور اہمیت تھی۔ جب آپ ﷺ نے یہ دیکھا تو آپ نے صحابہ کرامؓ کو منع فرمایا کہ جمعہ کے دن کوئی روزہ نہ رکھے، یہ اس لیے فرمایا کہ جس دن کو اللہ تعالیٰ نے روزہ کے لیے متعین نہیں کیا لوگ اپنی طرف سے اس کو متعین نہ کردیں۔ اب جو میں عرض کررہا تھا، دسوں، بیسواں، نتیجہ وغیرہ، یہ ٹھیک نہیں ہے کیونکہ لوگوں نے ان دنوں کو ایصال ثواب کے لیے مخصوص کرلیا ہے، لیکن اگر کوئی ایصال ثواب کے لیے مخصوص نہیں کررہا بلکہ اتفاقاً وہ تیسرے دن ایصال ثواب کرے تو اس میں کوئی خرابی نہیں ہے۔

اسم پاک ﷺ سن کر انگوٹھے چومنا

اسی طرح کسی نے اذان سنی اور اس میں کلمہ اشھدان محمد رسول اللہ سنا تو اُس شخص کے دل میں سرکار دو عالم ﷺ کی محبت کا داعیہ پیدا ہوا، آپ کا اسم گرامی سنا تو محبت سے بے اختیار ہوکر اس نے انگوٹھے چوم کر اپنی آنکھوں کو لگایئے تو کوئی گناہ

اور بدعت کی بات نہیں ، اس لیے کہ اس نے یہ بے اختیار عمل سرکار دوعالم ﷺ کی تعظیم اور محبت میں کیا۔ جبکہ سرکار دو عالم ﷺ کی محبت اور عظمت ایک قابل تعریف چیز ہے اور ایمان کی علامت ہے اور انشاء اللہ اس محبت پر اجروثواب ملے گا۔ لیکن اگر کوئی شخص ساری دنیا کو یہ کہنا شروع کردے کہ جب بھی اذان میں **اشھدان محمدا رسول اللّٰہ** پڑھا جائے ، تو تم اس وقت اپنے انگوٹھوں کو چومو! تو وہ حضور ﷺ سے محبت کرنے والا نہیں ہے کیونکہ وہ عمل جو محبت کے جذبے سے جائز تھا اب بدعت بن گیا۔ اس میں باریک فرق ہوتا ہے کہ عمل جو فی نفسہ کسی صحیح جذبے سے کیا جارہا ہے ، اگر مباح طریقے سے کیا جائے تو بدعت نہیں ہے ، لیکن جب اس کو لازم بنا لیا، سنت اور رسم بنالیا اور جو شخص نہ کرے اس کو مطعون کرنا شروع کردیا تو سمجھ لیں یہ بدعت ہے۔

یارسول اللہ کہنا کب بدعت ہے؟

میں یہاں تک کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص بیٹھا ہوا تھا ، بے اختیار اس کے سامنے نبی کریم ﷺ کا اسم گرامی آیا اور دل میں اس نے نبی اکرم ﷺ کو سامنے تصور کرکے کہہ دیا **الصلوٰۃ والسلام**

علیک یا رسول اللہ۔ حاضر ناظر کے عقیدے سے نہیں کہتا بلکہ جس طرح آدمی بعض اوقات کسی غائب کو اپنے ذہن میں تصور کر کے پکار کر کہہ دیتا ہے، اس طرح کہا تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں یعنی اصلاً اس میں کوئی گناہ نہیں۔ اور اگر اس عقیدے کے ساتھ کہا کہ حضور اقدس ﷺ یہاں پر اس طرح حاضر وناظر ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ حاضر وناظر ہیں تو یہ معاذ اللہ شرک ہوجائے گا۔ اور اگر اس عقیدے کے ساتھ تو نہ کہے لیکن یہ سوچ کر کہے کہ **الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ** کہنا سنت ہے اور اس طرح درود پڑھنا ضروری ہے اور جو شخص اس طرح نہ کہے گویا اس کے دل میں حضور ﷺ کی محبت نہیں ہے تو یہ عمل بدعت ہے اور یہی چیز ضلالت اور گمراہی بن جائے گی۔

لہٰذا معمولی سے عقیدے اور عمل کے ذرا سے فرق سے ایک چیز جائز، ناجائز اور بدعت بن جاتی ہے۔ آپ دیکھیں! جتنی بدعتیں ہیں اکثر وبیشتر وہ اصلاً مباح تھیں اور جائز تھیں۔ لیکن جب اس کو اس طرح لازم کرلیا جائے جس طرح فرض اور واجب ہوتے ہیں تو اس سے وہ بدعت بن جاتی ہیں۔

عید کے دن گلے ملنا

عید کے دن آپ نے عید کی نماز پڑھی اور عید کے بعد دو مسلمان بھائی خوشی کے جذبے میں آکر آپس میں گلے مل لیے تو اصلاً گلے ملنا کوئی ناجائز نہیں ہے۔ یا آپ یہاں مجلس سے اٹھیں اور کسی سے گلے مل لیں تو گناہ کی بات نہیں بلکہ جائز ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص یہ سوچے کہ عید کی نماز کے بعد گلے ملنا عید کی سنت ہے، گویا یہ بھی عید کی نماز کا حصہ ہے اور جب تک گلے نہیں ملیں گے اس وقت تک عید ہوگی ہی نہیں، تو یہی عمل بدعت بن جائے گا۔ کیونکہ ایسی ایسی چیز کو سنت قرار دے دیا جس کو نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام نے بھی سنت قرار نہیں دیا اور نہ ہی اس کی پابندی کی۔ اب اگر کوئی شخص کہے کہ میں تو گلے نہیں ملتا آپ کہیں گے کہ عید کا دن ہے کیوں گلے نہیں ملتے؟ اس کے معنی یہ ہیں کہ عید کے دن گلے ملنے کو آپ لازمی سمجھتے ہیں اور لازمی قرار دے دینا یہی چیز بدعت بنا دیتا ہے۔ لیکن ویسے اتفاقی طور پر گلے ملنے کو دل چاہا تو یہ بدعت نہیں ہوگا۔

کیا تبلیغی نصاب پڑھنا بدعت ہے؟

ایک صاحب پوچھ رہے تھے کہ یہ دعوت وتبلیغ کے کام میں

لگنے والے لوگ فضائل اعمال کا نصاب بیٹھ کر پڑھتے ہیں، لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کے زمانے میں اور صحابہ کرام اور خلفاء راشدین کے زمانے میں کون پڑھتا تھا؟ لہٰذا یہ بھی بدعت ہونی چاہیے۔ جو تفصیل آپ کے سامنے بیان ہوئی اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ علم دن کی بات کہنا اور اس کی تبلیغ کرنا ہر آن اور ہر وقت جائز ہے۔ جیسے جمعہ کے روز عصر کے بعد یہاں جمع ہوتے ہیں اور دین کی بات سنتے اور سناتے ہیں، اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں تو ایسا نہیں ہوتا تھا کہ لوگ جمعہ کے دن جمع ہوں اور دین کی بات ہو لہٰذا یہ بھی بدعت ہے تو خوب سمجھ لیجئے کہ یہ اس لیے بدعت نہیں کہ دین کی تعلیم و تبلیغ ہر وقت اور ہر آن جائز ہے۔ لیکن ہم میں سے کوئی شخص یہ کہنے لگے کہ جمعہ کے دن عصر کے بعد بیت المکرّم کی مسجد میں اجتماع ہونا مسنون ہے، اور اگر کوئی شخص اس اجتماع کے اندر شریک نہ ہو تو گویا دین کا شوق نہیں ہے اور اس کے دل کے اندر دین کی عظمت اور محبت نہیں ہے تو یہی عمل جو ہم کررہے ہیں اس وجہ سے بدعت بن جائے گا۔ اگر اب ایک آدمی یہاں نہیں آتا دوسری جگہ جاکر دین کی باتیں سن لیتا ہے تو وہ بھی ثواب کا کام کررہا ہے۔ لہٰذا کسی بھی اجروثواب والے عمل کو اپنی طرف سے وقت

اور خاص حالات کے ساتھ مربوط کر کے دینی طور پر لازم قرار دے دیا جائے تو وہی اس عمل کو بدعت بنادیتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ بیان کرنا یقیناً اجر وفضیلت کا کام ہے، وہ لمحات جن میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کسی بھی حیثیت سے ہو وہ حاصل زندگی ہے۔ قیمتی اوقات تو وہی ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک میں صرف ہوجائیں، لیکن اگر کوئی شخص اس کے لیے خاص طریقہ متعین کرے، خاص دن یا خاص مجلس متعین کرے اور کہے یہی طریقہ اجر وثواب کا باعث اور مسنون عمل ہے تو یہ بدعت ہوگی۔

ایک آسان مثال

اس کی آسان سی مثال یوں سمجھ لیں کہ ہمیں نماز میں التحیات کے وقت درود شریف پڑھنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اور درود شریف پڑھنا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھادیا لہٰذا اس کو پڑھنا جائز اور مسنون ہے، اب اگر کوئی شخص **اللھم صلی علیٰ محمدن النبی الامی وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم** اگر یہ درود پڑھ لے تو بھی جائز ہے اور اس سے بھی درود شریف کی سنت ادا ہوجائے گی۔ لیکن اگر کوئی شخص کہے کہ فلاں درود شریف نہ پڑھو! فلاں پڑھو!

اور یہی سنت ہے۔تواس صورت میں درود شریف پڑھنا جو بڑی
فضیلت والا تھا بدعت بن جائے گا۔

ہر بدعت بری ہے

لوگوں نے جو بدعت کی قسمیں نکال لی ہیں کہ ایک بدعت
حسنہ ہوتی ہے اور ایک بدعت سیئہ ہوتی ہے۔یادر رکھیں! بدعت کوئی
بھی اچھی نہیں ہوتی جو طریقہ نبی کریم سرور دوعالم ﷺ نے اور خلفاء
راشدین اور صحابہ کرامؓ نے ضروری قرار نہیں دیا، دنیا کی کوئی طاقت
اس کو واجب ،سنت یا مستحب قرار نہیں دے سکتی۔ اگر کوئی ایسا کرے
گا تو وہ ضلالت اور گمراہی ہوگی اس کا مطلب یہ ہے کہ (نعوذ باللہ)
وہ دین کو اتنا نہیں جانتے تھے جتنا ہم جانتے ہیں۔

بنیئے سے سیانا سو باؤلا

ہمارے والد ماجد قدس اللہ سرہ ایک کہاوت ہندی زبان
میں سنایا کرتے تھے ''بنیئے سے سیانا سو باؤلا'' ہندو بنیئے تاجر ہوا کرتے
تھے اور ان کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ یہ ہندو تجارت اور پیسے
بڑھانے میں بہت سیانے اور چالاک ہوتے ہیں اسی لیے ان کے

بارے میں یہ کہاوت مشہور تھی۔ یعنی کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں تجارت میں بنیئے سے زیادہ چالاک ہوں تو وہ درحقیقت باؤلا ہے۔ حضرت والدہ صاحب قدس اللہ سرہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین دین کے سیانے ہیں ، اب اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں دین میں ان سے زیادہ سیانا ہوں یعنی جن کاموں کو انہوں نے نہیں کیا یا ضروری نہیں سمجھا ، میں ان کو ضروری سمجھتا ہوں تو حقیقت میں وہ باؤلا اور احمق ہے۔ خوب سمجھ لیں کہ بعض نئی چیزیں تو وہ ہوتی ہیں جن کو کوئی بھی شخص دین کا حصہ نہیں سمجھتا۔ مثلاً یہ پنکھا لائٹ وغیرہ یہ چیزیں اس لیے بدعت نہیں ہیں کہ ان کو کوئی بھی دین کا حصہ اور ضروری نہیں سمجھتا۔ اور دین کے جن کے کاموں کو انجام دینے کا اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے کوئی خاص طریقہ مقرر نہیں کیا ان کو جس طرح چاہو ادا کرلو، ان کاموں کے لئے جب کوئی خاص طریقہ مقرر کرلیا جائے اور اس طریقہ کو دین کا حصہ قرار دیا جائے تو وہ بدعت بن جائے گا۔ یہ بات اگر ذہن میں رہے تو برے خیالات خود بخود دور ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بدعت سے اجتناب کی توفیق عطا فرمائے اور دین کی صحیح فہم عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین